غیروں کی نقالی ایک لمحہ فکریہ!

مولانا محمد عبدالغفار

اللہ کریم کے ہم سب پر بے حد وحساب احسانات ہیں، جن کو ہم شمار بھی نہیں کرسکتے کہ اس کریم نے ایمان کی دولت عطا فرمائی جو خود بہت بڑی سعادت ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و احسان سے مزید سعادتوں میں سے ایک بڑی سعادت یہ نصیب فرمائی کہ اپنے حبیب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی امت میں پیدا فرمایا اور ان کی ذاتِ اقدس ﷺ کو ہمارے لیے اسوۂ حسنہ قرار دیا، اللہ تعالیٰ تمام مسلمانانِ عالم کو اس کی قدردانی کی توفیق عطا فرمائے۔ مگر ہم سب کے لیے یہ بہت بڑا سانحہ اور لمحہ فکر یہ ہے کہ ہم حبیب رب العالمین ﷺ کی اتباع کو چھوڑ کر ترقی کرنا چاہتے ہیں۔

ذرا سا وقت نکال کر سوچیے! ہم نے غیروں کی تقلید اور نقل اتارنے میں اپنا معیارِ زندگی بلند ہوتا ہوا سمجھ لیا ہے، جب کہ ہمارے سامنے ہمارے محبوب ﷺ کا نقشِ زندگی موجود ہے۔ صحابہ کرام اور اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کے نمونے موجود ہیں۔ اکابر اولیاء اللہ اور بزرگانِ دین کی مثالیں موجود ہیں، مگر ہم ہیں کہ ان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنا پسند نہیں کرتے، بلکہ اس کی دعوت دینے والوں کو احمق اور بے وقوف سمجھا جارہا ہے اور معیارِ زندگی بلند کرنے کے شوق میں زندگی کی گاڑی پر اتنا نمائشی سامان لادا جارہا ہے کہ اب اس کا کھینچنا محال ہوتا جارہا ہے۔ گھر کے سارے مرد وزن، چھوٹے بڑے اس بوجھ کے کھینچنے میں دن رات ہلکان ہورہے ہیں۔ اسی سبب سے نفسیاتی امراض میں اضافہ ہورہا ہے۔ علاج معالجہ میں پچھتر فیصد (۷۵%) سکون آور دوائیوں کا استعمال اور خواب آور دوائیں خوراک کی طرح کھائی جارہی ہیں۔ ناگہانی اموات کی شرح حیرت ناک حد تک بڑھ رہی ہے اور حوادث ختم ہونے کو نہیں آتے۔

لیکن کسی بندۂ خدا کو یہ عقل نہیں آتی کہ ہم نے نمود ونمائش کا یہ بارِ گراں آخر کس مقصد کے لیے لادرکھا ہے اور نہ ہی یہ خیال آتا ہے کہ اگر موت اور موت کے بعد کی زندگی برحق ہے، اگر قبر کا سوال وجواب اور ثواب وعذاب برحق ہے، اگر حشر ونشر قیامت کے دن کی ہولناکیاں اور دوزخ برحق ہے اور یقیناً یہ سب

کچھ برحق ہے۔ تو پھر سوچئے! کہ یہ ہم نمود و نمائش کا بوجھ لادے پھر رہے ہیں اور جس کی وجہ سے اب ہمیں قرآن کریم کی تلاوت کی فرصت نہیں رہی، یہ قبر و حشر میں ہمارے کس کام آئے گا؟ آج روزانہ کی زندگی کا تماشہ شب و روز ہماری آنکھوں کے سامنے ہے، نمود و نمائش اور بلند معیارِ زندگی کے خبطی مریضوں کو ہم خالی ہاتھ جاتے ہوئے دن رات دیکھتے ہیں، لیکن ہماری چشمِ عبرت نہیں کھلتی۔ آدمی جب مرتا ہے تو فرشتے پوچھتے ہیں کہ اس نے آگے کیا بھیجا ہے؟ اور لوگ کہتے ہیں کہ اس نے پیچھے کیا چھوڑا ہے؟۔

میرے مسلمان بھائیو! لمحہ بھر کے لیے سوچئے! کہ جب ہمارا انتقال ہوگا، جب ہمیں قبر کے خلوت خانے میں رکھ دیا جائے گا اور فرشتے پوچھیں گے کہ یہاں کے اندھیرے کی روشنی قرآن کریم کی تلاوت، ذکر و اذکار اور نماز تھی، تم یہاں کی تاریکی دور کرنے کے لیے کیا لائے ہو؟ میرے مسلمان بھائیو! تو وہاں کہہ دیجئے گا کہ ہماری زندگی بہت مصروف تھی۔ اتنا وقت ہی کہاں تھا کہ وضو کرکے کسی کونے میں بیٹھ کر تلاوت کرتے۔

اور جب میدانِ حشر میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سوال ہوگا کہ جنت کی قیمت ادا کرنے کے لیے کیا لائے ہو؟ تو کہہ دیجئے گا کہ میں نے بڑی سے بڑی ڈگریاں حاصل کی تھیں اور امریکہ اور یورپ جیسے ترقی یافتہ ملکوں میں اتنے بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہا تھا، میں نے فلاں فلاں چیزوں میں نام پیدا کیا تھا، بہترین سوٹ زیبِ تن کرتا تھا، شاندار بنگلہ میں رہتا تھا، اتنی کاریں تھیں، بینک بیلنس تھا، میرے پاس اتنی فرصت کہاں تھی کہ آخرت کی تیاری کرتا، پانچ وقت مسجد میں جاتا روزانہ قرآن کریم کی تلاوت کرتا، ذکر و اذکار کی تسبیحات کرتا، درود شریف پڑھتا اور خود دینی اعمال کی محنت میں لگتا اور اپنی اولاد کو قرآن کریم حفظ کرواتا اور ان کو دینی اعمال میں لگاتا۔

اب ذرا بتایئے! کہ کیا مرنے کے بعد بھی قبر و حشر میں ہم اور آپ یہی جواب دیں گے کہ نمود و نمائش کی، بلند معیارِ زندگی حاصل کرنے والے مردوں اور عورتوں کے پاس اتنی فرصت کہاں تھی کہ مذکورہ بالا دینی اعمال کرتے؟ نہیں! ہرگز وہاں یہ جواب نہیں ہوگا، وہاں وہ جواب ہوگا جو قرآن کریم نے نقل کیا ہے:

''أَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْبِ اللّٰهِ وَإِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ''۔ (الزمر:۵۶)

ترجمہ:..... ''(کل قیامت کو) کوئی شخص کہنے لگے کہ افسوس میری اس کوتاہی پر جو میں نے اللہ کی جناب میں کی اور میں تو (احکام خداوندی پر) ہنستا ہی رہا۔''

ذرا غور کیجئے! جب مرنے کے بعد ہمارا جواب وہ ہوگا جو قرآن نے نقل کیا ہے تو پھر یہاں عذر کرنا کہ ''فرصت نہیں'' محض فریبِ نفس نہیں تو اور کیا ہے؟ حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ دانش

مند وہ شخص ہے جس نے اپنے نفس کی اصلاح کی اور موت کے بعد والی زندگی کے لیے محنت کی اور احمق ہے وہ شخص جس نے اپنے نفس کو خواہشات کے پیچھے لگایا اور اللہ تعالیٰ پر آرزوئیں دھرتا رہا۔

ان تمام امور سے بھی اگر قطع نظر کرلی جائے تو بھی ہماری مصروفیاتِ زندگی میں ہمارے پاس اور بہت سی چیزوں کے لیے وقت ہے، مثلاً ہم اخبار پڑھتے ہیں، ریڈیو سنتے ہیں۔ دوست احباب کے ساتھ گپ شپ کرتے ہیں، سیر وتفریح کے لیے جاتے ہیں، تقریبات میں شرکت کرتے ہیں، ان تمام چیزوں کے لیے ہمارے پاس فالتو وقت ہے اور ان موقعوں پر ہمیں کبھی عدیم الفرصتی کا عذر پیش نہیں آتا، لیکن جب نماز، روزہ، ذکرواذکار اور تلاوت قرآن کریم کا سوال سامنے آئے تو ہم فوراً عدیم الفرصتی کی شکایات کا دفتر کھول کر بیٹھ جاتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ فرصت نہ ہونے کا عذر محض نفس کا دھوکہ اور فریب ہے، اس کا اصل سبب یہ ہے کہ دنیا ہماری نظر کے سامنے جاذبِ نظر ہے، اس لیے ہم اس کے مشاغل میں منہمک رہتے ہیں۔ موت اور آخرت کا دھیان نہیں، اس لیے موت کے بعد کی طویل زندگی سے غفلت ہے۔ نہ اس کی تیاری ہے، نہ اس کی تیاری کی فکر واہتمام ہے، اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ عذر تراشی کی بجائے اس مرضِ غفلت کا علاج کیا جائے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت وہیبت اپنے اندر پیدا کی جائے اور یہ اہل اللہ کی محبت اور صحبت سے ہوگا۔

کل قیامت کے دن یہ عذر نہیں چلے گا کہ پاکستانی یا امریکی و یورپی مردوں عورتوں کی مصروفیات بہت تھیں، ان کو ذکر وتلاوت اور اہل اللہ کے پاس جانے کی فرصت نہیں تھی۔ عزیزانِ من! یاد رکھیے گا! اہل اللہ صاف صاف اعلان کرتے آئے اور کررہے ہیں کہ اسلام حقیقی مذہب ہے، اس میں طمع سازی نہیں، اس کی تمام کامیابیوں کا مدار صداقت اور سچی اطاعت اور پیروی پر ہے۔ اسلام اپنی ترقی میں کسی کا محتاج نہیں ہے۔ مسلمان جب تک اس کے احکام کے پورے فرمانبردار رہے، دنیا کی نیک نامی کے ساتھ ثوابِ آخرت جمع کرتے رہے اور جب کسی جماعت یا فرد نے انحراف کیا تو خود تباہ برباد ورسوا ہوا۔ اسلام نے اپنی ترقی کے واسطے دوسری راہ نکال لی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے احکام کی فرمانبرداری اور اپنے حبیب ﷺ کی تابعداری اور دینی اعمال کے لیے محنت کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین